تلخیص و ترجمہ

ابنِ ماجد

نویں صدی ہجری کا مشہور امیر البحر عرب

ابن ماجد پر فلسطین کے ریڈیو اسٹیشن سے ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء کو قدری حافظ طوقان نے ایک پُر از معلومات تقریر نشر کی تھی جس کو مصر کے رسالہ "المقتطف" نے اپنی تازہ اشاعت میں شائع کیا ہے، ہم ذیل میں اُس کا ملخص ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

"عربوں نے سمندر سے متعلق علم میں وہ کمال پیدا کیا جو اُن سے پہلے کسی قوم کو حاصل نہ ہو سکا اُنھوں نے اتھاہ سمندروں میں اپنے بیڑے بے خوف و خطر ڈال دیے اور ان کے مد و جزر کی ذرا پروا نہ کی۔ بحرِ ہند اور بحرِ کاہل میں ان کے جہاز دوڑتے پھرتے تھے جس قوم کا یہ حال ہو اُس میں بڑے بڑے ماہرین جہاز رانی کا پیدا ہونا ایک بالکل قدرتی امر ہے۔ چنانچہ عربوں میں ایسے ماہرین فن کی کمی نہیں ہے جنھوں نے جہاز رانی میں انتہائی کمال پیدا کیا۔ مدتوں کی سیاحت میں سمندر کا گوشہ گوشہ چھان مارا، اس سے متعلق طبیعاتی اور جغرافیائی قیمتی معلومات بہم پہنچائیں۔ طرح طرح کے کامیاب آلات ایجاد کیے، اس موضوع پر کثرت سے کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی مغربی جہاز رانوں کے لیے "لائٹ ہاؤس" (مینارہ روشنی) کا کام دے رہی ہیں۔ انھی عرب محققین بحریات میں ابن ماجد بھی ہے

نام و نسب اور ذاتی حالات ابن ماجد نویں صدی ہجری کی ایک مشہور شخصیت ہے اس کا نام شہاب الدین احمد اور والد کا نام ماجد تھا، اُس نے خود اپنے لیے "شاعر القبلتین" کا لقب اختیار کیا تھا۔ حرمین شریفین

کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔ عام طور پر "لیل الاسود" (سانپ بچہ) کے نام سے معروف تھا۔ ابن ماجد جس خاندان میں پیدا ہوا اُس کے اکثر و بیشتر افراد جہاز رانی کے فن میں شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ اُس کا باپ ماجد اور دادا محمد بن معلق السعدی دونوں بہت مشہور جہاز راں تھے، بلکہ دادا نے تو ایک کتاب بھی تصنیف کی جس میں بحر احمر میں جہاز رانی کی نسبت بہت مفید ہدایات و معلومات جمع کردی تھیں محمد بن معلق کے بعد ابن ماجد کے والد ماجد نے اپنے ذاتی تجربوں کی روشنی میں اس کتاب پر کچھ اور اضافے کیے[۱] جن کے باعث افادی اعتبار سے کتاب کی قیمت کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ انصاف پسند یورپ نے عرب اور خصوصاً ابن ماجد کی اس فضیلت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ فرانسیسی پروفیسر فران کہتا ہے "پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں پرتگالی جہاز رانی کی کامیابی کا سہرا عربوں کے سر ہے"[۲] اس پروفیسر نے عربوں کی جہاز رانی کی تاریخ کا عمیق مطالعہ کیا تھا۔ اور اُس کو ابن ماجد کے ساتھ اس درجہ دلچسپی تھی کہ اُس نے ابن ماجد کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اُن پر حواشی لکھے اور اُن سب تالیفات کا مجموعہ یکجائی طور پر شائع کیا جس کا نام خود اُسی نے یہ تجویز کیا "مولفات ابن ماجد جو متلاطم سمندروں کا خبیر تھا اور جو واسکوڈی گاما جس نے زمین کے گرد چکر لگایا اس کا ناخدا تھا" علمائے مغرب کے نزدیک اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ واسکوڈی گاما نے اپنے بیڑے کو افریقہ کے مشرقی ساحل مالندی سے ہندوستان کے بندرگاہ کالیکٹ تک لیجانے اور اس طرح زمین کے گرد چکر لگانے میں ابن ماجد کی معلومات و ہدایات سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا

تصنیفاتِ ابن ماجد جیسا کہ ابھی بیان ہوچکا ہے۔ ابن ماجد نے علم بحر میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، جو علمی اور تاریخی لحاظ سے بہت زیادہ قابلِ قدر ہیں اُس کی ایک اہم کتاب جس کا نام "کتاب الفوائد فی معرفۃ علم البحر والقواعد" ہے دمشق کی مجلس علمی کی کوششوں کی بدولت

---

[۱] المجمع العلمی العربی ج ۱ ص ۲۸۴ [۲] مجلۃ المجمع العلمی العربی ص ۲۸۲۔

"دارالکتب العربیۃ الظاہریہ" میں اب تک محفوظ ہے۔ اس مجلس کے مشہور علمی رسالہ "المجمع العلمی العربی" کی پہلی جلد میں ابن ماجد کی اس کتاب سے متعلق ایک مفید مضمون بھی شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ "یہ کتاب دو سو صفحوں کی ہے اور ہر صفحہ میں ۲۳ سطریں ہیں۔ اور اس میں اس سے بحث کی گئی ہے کہ سمندر میں جہازرانی کے اصول کیا ہیں، اُن کا چاند کے منازل سے کیا تعلق ہے، ہواؤں کا رُخ کس طرح پہچانا جا سکتا ہے۔ قبلہ کی شناخت کیونکر ہوتی ہے۔ اور ان سب چیزوں کا اثر جہازرانی پر کیا ہوتا ہے۔ اور مسافر جن شہروں میں جانا چاہتے ہیں، اُن کی سمت منازل قمر سے کس طرح معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ابن ماجد نے مختلف ستاروں کے نام شمار کرائے ہیں اور پھر بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ستارہ کس طرح مسافروں کو اُن کی منزلِ مقصود کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

آخر میں ابن ماجد نے یہ بڑی دلچسپ بات کہی ہے کہ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ مجھ سے پہلے عرب کے تین مشہور امیرالبحر اس کو دریافت کر چکے تھے البتہ مجھ میں اور اُن میں فرق صرف اتنا ہے کہ اُنہوں نے جو کچھ بتایا وہ صرف اُن کے عمیق غور و فکر کا نتیجہ تھا، اور میں نے بذاتِ خود ان سب کا عملی تجربہ کیا ہے۔ پھر ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن ماجد نے اپنی بحث کو صرف سمندروں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اُس نے بحرِ ہند اور بحرِ چین کے ساحلوں پر جو بعض دَرّے اور سرحدیں واقع ہیں اُن کی نسبت بھی مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں اور جنگلوں اور خشکیوں کی شکل اور ہندوستان کے مغربی ساحل کی بندرگاہوں کی کیفیت اور دس بڑے بڑے مشہور جزیروں کی جغرافیائی حالت بھی تحریر کی ہے ساتھ ہی بحر احمر کی نسبت مفصل معلومات بہم پہنچائی ہیں جن سے بحر احمر کی بندرگاہوں، اُسکی گہرائیوں، اُس کی کھلی اور پوشیدہ چٹانوں پر روشنی پڑتی ہے۔

ابنِ ماجد شاعر بھی تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی اُس نے اپنے چیدہ چیدہ اشعار لکھے ہیں۔

جن میں اُس نے علم البحر کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ اور بعض اشعار میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو شخص اس علم میں مہارت حاصل کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو سربلندی عطا فرماتا ہے۔ اور جو اس سے بے بہرہ رہتا ہے وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اس کتاب کے علاوہ ابن ماجد کے اور مختلف رسالے ہیں جن میں سے اکثر منظوم ہیں، ان میں سے ایک رسالہ کا نام "حاویۃ الاختصار فی علم البحار" ہے۔ اس رسالہ میں ان علامتوں کا ذکر ہے جن کا علم تمام امراء بحر کے لیے ضروری ہے اور جن سے خشکی کا قرب دریافت ہوتا ہے۔ پھر قمر کے منازل، ہواؤں کے رُخ، اور ہجری، رومی، قبطی اور فارسی سنین کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور عرب، حجاز، سیام، جزیرہ نمائے ملایا، بلاد حبش کے اطراف، ہندوستان کے مغربی ساحل، کارومنڈل کا ساحل۔ بنگال، جزیرہ پلیتوں، جاوہ، چین، فارموسا، جزیرہائے جاوہ کے ساحل، سماٹرا، گال، مدغاسکر، یمن، حبش، صومال، عرب اور مکران کے جنوبی ساحل، ان سب میں جہاز کے راستے بیان کیے ہیں، اور یہ بھی بتایا ہے کہ عرب اور ہندوستان کی سرحدوں کے درمیان کس قدر مسافت کا فاصلہ ہے۔

ان دو کتابوں کے علاوہ ابن ماجد کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "المعربہ" ہے، اس میں خلیج بربری سے بحث کی ہے۔ ایک رسالہ میں یہ بتایا ہے کہ مختلف سمتوں میں قبلہ کی شناخت کس طرح کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے اپنے بیان کے مطابق اُس نے چار آسان اصول بیان کیے ہیں (۱) یہ کہ مکہ معظمہ کا طول البلد وعرض البلد معلوم کیا جائے اور پھر جس شہر میں مسافر موجود ہو اُس کا طول بلد وعرض بلد معلوم کرے (۲) دوسرا طریقہ خط سرطان کے ذریعہ دریافت کرنا ہے (۳) قطب کے ذریعہ پتہ لگانا۔ (۴) کعبہ کی چاروں سمتوں کا معلوم کرنا۔ ایک رسالہ میں عرب کے اُن حصوں سے بحث ہے جو خلیج فارس پر واقع ہیں۔ ایک رسالہ میں یہ بتایا ہے کہ "بنات النعش"[1] سے منزل مقصود کی

[1] چند ستاروں کا ایک سلسلہ جو شمال میں نظر آتا ہے۔

سمت معلوم کرنے میں کس طرح مدد لیجا سکتی ہے۔ ایک قصیدہ میں سمندر کی بہت سی نامعلوم چیزوں کا ستاروں کا، بروج کا، آسمانوں کا اور قطبوں کا بیان ہے۔ ایک رسالہ میں عرب اور ہندوستان کے میدانوں کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ چند اور قصائد ہیں جن میں مختلف ستاروں مثلاً شعریٰ، نسریٰ سہیل، اور سماکین سے جہات معلوم کرنے کی حقیقت و کیفیت کا تفصیلی بیان ہے۔ بعض قصیدوں میں ہندوستان کے مغربی ساحل اور عرب کی بندرگاہوں کا ذکر ہے اور اُن میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض شمالی ستارے جہاز رانی میں کس طرح رہنمائی کرتے ہیں۔ بعض قصیدوں میں سمندری جانوروں کی تفصیل ہے اور اس سلسلہ میں مینڈکوں اور مچھلیوں اور ان کی چند در چند انواع و اقسام کی نسبت بڑی دلچسپ معلومات ہیں۔ بعض قصائد سمندروں کی گہرائیاں، اُن کی چٹانیں، اور خشکی کی علامتوں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ بعض قصیدے علم الافلاک اور فن جہاز رانی کے بعض دقیق مسائل کی تحقیق کے لیے مخصوص ہیں۔

ابن ماجد کی تصنیفات و تالیفات کا یہ اجمالی خاکہ معلوم کرنے کے بعد ہر شخص جان سکتا ہے کہ وہ مہارتِ فن کے اعتبار سے کس پایہ کا انسان تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اُس کی اکثر تصنیفات گمنامی کے گوشے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور بعض تو بالکل ہی ناپید ہیں۔ جو کچھ دستیاب ہو سکتی تھیں وہ علما و محققینِ فرنگ کی کوششوں کے صدقہ میں اب تک محفوظ ہیں۔ ان محققین نے ابن ماجد کی ممکن الوصول تصنیفات کا مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ عملی طور پر اُس کی آرا و نظریات سے غیر معمولی فائدہ اُٹھایا۔ پندرھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی کے وسط تک ابن ماجد کے تجربات مشرق و مغرب کے جہاز رانوں کے لیے شمع ہدایت کا کام دیتے رہے ہیں۔ انگریز برٹن نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ۱۸۵۵ء میں عدن کے جہاز رانوں کا یہ دستور تھا کہ سفر شروع کرنے سے قبل وہ از راہِ تعظیم و تکریم ابن ماجد کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے فاتحہ پڑھتے تھے، برٹن کا خیال ہے کہ

قطب نما کی ایجاد کا سہرا بھی ابن ماجد کے سر ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نویں صدی ہجری یا پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں قطب نما کا استعمال عام طور پر بہت معروف تھا، اس لیے غالباً صحیح یہ ہے کہ قطب نما کی ایجاد تو ابن ماجد سے پہلے ہی ہو چکی تھی، البتہ ابن ماجد نے اپنی مہارتِ فن کی وجہ سے اس کا صحیح طریق استعمال دریافت کیا۔ اُس کے اصول منضبط کیے۔ اور اس پر اپنی تالیفات میں تفصیل سے بحث کی۔

چند اور عرب جہاز راں ابن ماجد کے علاوہ عربوں میں کثرت سے اور بھی صاحب تصنیف و تالیف جہاز راں ہوئے ہیں جن کا اگر مفصل ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنجائے۔ یہاں اُن میں سے چند مشہور جہاز رانوں کے نام لکھ دینا ہی کافی ہوگا وہ یہ ہیں:- محمد بن شاذان، سہیل بن ابان، لیث بن کہلان، سلیمان المہری، عبدالعزیز بن احمد المغربی، موسیٰ القندرانی، میمون بن خلیل وغیرہم

افسوس اور سخت افسوس ہے کہ تاریخ اسلام اپنے دامن میں علم و فن کے کیسے کیسے جواہر ہائے گرانمایہ رکھتی ہے کہ اغیار و اجانب اُن کے افکار و نظریات سے تہذیبی و تمدنی زندگی میں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں لیکن جن بزرگوں کی مشتِ خاک سے تاریخ اسلام کا یہ عظیم الشان مینارہ قائم ہوا، خود اُن کی اولاد آج اُن کے کارناموں سے یکسر غافل و بے خبر ہے۔ فوا اسفا و یا ویلتاہ !

اسلام کا تاریخ یورپ پر انقلابی اثر

فرانس کے مورخ ہنری بیرین کا انتقال ہو گیا اور افسوس ہے کہ وہ اپنی دو اہم کتابیں "تاریخ یورپ" اور "محمد اور شارلمان" مکمل نہیں کر سکا۔ البتہ ان دونوں کے اہم حصے مکمل ہو چکے ہیں پہلی کتاب میں اُس نے ۱۵۵۹ء تک کی تاریخ یورپ قلمبند کی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ گذشتہ

جنگ عظیم میں وہ چونکہ جرمنی میں قید تھا اور یہ کتاب اُس نے اُسی حالت میں لکھی تھی۔ اس لیے کتابوں کا حوالہ نہیں دے سکا۔ محض اپنے حافظہ اور مطالعہ کی یادداشتوں سے ہی اُس نے یہ حصّہ لکھا ہے یہی دوسری کتاب جو آخر میں انگریزی زبان میں شائع ہوئی ہے اُس میں اُس نے یہ ثابت کیا ہے کہ تاریخ یورپ کا عظیم الشان انقلاب اسلام کا مرہون احسان ہے۔ اور یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ عہد متوسط اور عہد حاضر کی ترقی ظہور اسلام کا ثمرہ ہے۔

شہنشاہیتِ روما کے سقوط پر تاریخ یورپ کا ایک دور ختم ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا دور شروع ہوا، اُس کا نقطۂ آغاز کیا ہے؟ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ اُس کا باعث جرمن قبائل کا وہ اقدام تھا جس نے رومیوں کی شہنشاہیت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ہنری پیرن کی رائے ہے کہ جرمن قبائل اس درجہ ذلیل و حقیر زندگی بسر کرتے تھے کہ وہ خود اپنے آپ کو غلام اور رومیوں کو اپنا آقا سمجھتے تھے۔ اس لیے اُن کے خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ رومیوں کا مقابلہ کرسکینگے۔ البتہ صرف مسلمان تھے جو اپنے متعلق اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اور خصوصاً دینی اعتبار سے رومیوں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اُن کے اس احساس برتری نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ شہنشاہیت روما کا مقابلہ کریں اور اُن کی سطوت و سیادت کا قلع قمع کرکے رکھ دیں۔

جرمن اور اسلامی قبائل کا یہ فرق اس قدر واضح ہے کہ اُسے کسی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ رومیوں کی بارگاہ سے جرمن امراء کو جو بڑے بڑے خطاب عطا ہوتے تھے جرمن اُن پر فخر کرتے اور خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ ان کے برخلاف مسلمان تھے جو اس قسم کی رشوتوں سے طبعاً نفرت کرتے تھے اور سرکاری خطابات و القابات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جرمنوں کا عقیدہ تھا کہ خود اُن کے پاس کوئی مستقل تہذیب و تمدن اور کلچر نہیں ہے جو کچھ ہے

رومیوں کے صدقہ میں انہیں حاصل ہے۔ لیکن مسلمانوں کو یقین کامل تھا کہ خود وہ ایک مستقل شریعت، مکمل نظام زندگی، زندہ کلچر، اور شاندار تہذیب و تمدن کے علمبردار ہیں۔ اس لیے حکومت انہی کو کرنی چاہیے نہ کہ کسی اور کو، جرمنوں کے حدود روما میں داخل ہونے اور وہاں قیام پذیر ہونے کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ روما کا دارالسلطنت روم کے بجائے بازنطین بن گیا اور اس کی مادی و عقلی زندگی پر ایک طرح کا جمود طاری ہو گیا، لیکن مسلمانوں کے لشکر رومیوں کی مملکت تک برابر آتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے رومہ کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اور اب ایک نئی حکومت اور نئی تہذیب نے جنم لیا۔ مشرقی اور جنوبی جانب سے جب یورپ کا محاصرہ کر لیا گیا تو یہاں کے بادشاہوں نے شمالی یورپ کا رخ کیا۔ جہاں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ اور وہ عظیم الشان واقعات ظاہر ہوئے جنہوں نے تاریخ یورپ کی ہیئت ہی بدل دی۔ رہا یورپ کا جنوبی حصہ تو یہاں اس زمانہ میں بوانیہ کے واقعہ کے علاوہ کوئی اور واقعہ پیش نہیں آیا جس میں شارل مارٹل نے اندلس کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ پس اگر اسلام کا ظہور نہ ہوتا تو رومہ کی ملوکیت بدستور قائم رہتی، اس کا مرکز مغرب سے مشرق کی طرف منتقل ہو جاتا۔ بحر ابیض، بحر روم کہلاتا، اور وہ قومی بغاوتیں نہ ہوتیں جن کے باعث یورپ کی جدید حکومتیں وجود میں آئیں، اور نہ فکر و نظر میں وہ وسعت اور ترقی ہوتی جس کی بنیاد پر آج مغرب کی جدید تہذیب قائم ہے۔

(الہلال مصر فروری سنہ ۳۰ء)